© rasailojaraid.com

مولانا عنایت اللہ صاحب وارثی

عرسوں کی شرعی حیثیت

عرس عام تقریب کی حیثیت سے :-

موجودہ مسلمانوں کے معاشرتی رسوم و آداب میں جو تقریبات منائی جا رہی ہیں ان میں بزرگان دین کے مزارات یا ان کے ناموں پر سالانہ عرس منانے کی تقریب کو سرِ فہرست ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس پر بھی اجمالی نظر ڈالی جائے کیونکہ یہ تقریب بھی ایک معین دن اور تاریخ سے تعلق رکھتی ہے بلکہ ایک خاص تاریخ اور دن ہی اسی تقریب کی بنیاد ہے اور یہی بنیاد ہمارا موضوع بحث ہے۔ اور پھر اس تقریب کو عقیدت بلکہ خوش عقیدگی سے جس قدر تعلق ہے۔ شاید ہی کسی تقریب کو ہوگا۔

عرس کے لغوی معنی عرس عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی لغت میں "شادی" کے ہیں۔ صراح میں عروس بالفتح کے معنی "زن و مرد تو خواستہ بیک دیگر را"۔ (مرد اور عورت کا نیا شادی شدہ جوڑا) اسی طرح اس لفظ کے مشتقات میں بھی شادی ہی کا مفہوم شامل ہے غرض عرس کے معنی شادی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

قابلِ غور سوال اب غور طلب سوال یہ ہے کہ جس طرح عرس کے معنی متفقہ طور پر شادی ہے اسی طرح عرس کی تقریب کے لیے بھی بالاتفاق وہی دن، وہی تاریخ اور وہی بنیاد ہے جس دن کسی قابلِ ذکر ہستی یا جسے قابلِ ذکر سمجھ لیا گیا ہو کی موت واقع ہوتی ہے موت کے دن اور پھر قابلِ ذکر شخصیت کی موت کے دن کو شادی کا دن قرار دے لینا یا قرار دیئے جانا سال بہ سال اسے عین اسی حادثہ کے دن کی یاد کو عرس یعنی شادی کے نام سے یاد رکھنا اور اس یاد کو پورے اہتمام سے ہر سال پہلے سال سے بڑھ چڑھ کر تازہ کرتے ہیں۔ آخر اس تضاد کے کیا معنی ہیں؟ موت کو شادی قرار دینا "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مترادف ہے۔ سیاہ رنگ کے آدمی کا نام مکھن خان رکھ دینا تضحیک اور ستم ظریفی ہے۔ یا عقیدت کا اندھا فریب؟ موت کہاں اور شادی کہاں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موت کیا ہے؟ موت ایک ناگوار حقیقت ہے جس سے کسی انسان کو مفر نہیں اور انسان کیا کسی ذی حیات متنفس کو گوارا بھی نہیں انسان کی بے اختیاری کے یہ دو ایسے نشان ہیں۔ کہ اس کی ساری زندگی کی بے بسی کا روشن مرقع پیش کر دیتے ہیں۔ نہ اس کی پیدائش اپنے بس میں ہے نہ موت، کسی نے کتنا درست کہا ہے۔

لائی حیات، آئے۔ قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

قرآن کریم کی وضاحت موت کا ذکر قرآن کریم میں حسب موقع مختلف حیثیتوں اور صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ بہر حال اسے ایک ایسے یقینی حادثہ اور ناگزیر واقعہ کے معنوں میں یہاں لیا گیا ہے جو ہو کر رہتا ہے خواہ کوئی کتنا ہی اس سے بچنا چاہے۔ سورہ حجر کی آخری آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔

۱۔ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ تم کو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئے۔

۲۔ کمزور ایمان والے لوگوں کی وہ کیفیت بیان فرماتے ہوئے جو حق کی حقانیت واضح ہو جانے کے باوجود حق کو قبول کرنے کی ناگواری کی صورت میں ایسے لوگوں پر طاری ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس کیفیت کو موت کی سی انتہائی کراہت سے تشبیہ دی ہے۔

یجادلونك فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ○ (انفال - ٦)

وہ لوگ (حق بات سے) ظاہر ہونے کے بعد تمہارے ساتھ حق بات میں لگے جھگڑا کرنے (اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹنے) گویا اُن کو (زبردستی) موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اور وہ (موت کو) آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا اس کیفیت کو عرس (شادی) کا نام دیا جا سکتا ہے؟

۳۔ موت کی ناگواری اور ہولناکی کی شدت کا اثر جو صرف مرنے والے پر ہی نہیں اس کے دوست احباب تیمار دار اور لواحقین پر بھی موت کو دیکھ کر مرتب ہوتا ہے سورہ قیامت میں قرآن کریم کی زبان صدق بیان میں سنیئے۔

کلا اذا بلغت التراقی ○ وقیل من راق ○ وظن انہ الفراق ○ والتفت الساق بالساق ○ الی ربك یومئذ المساق (سورۃ قیامت - ۲)

سنو جی! جب (جان بدن سے کھچ کر) گلے کی ہنسلی تک آ پہنچے گی اور (مرنے والے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیمار دار) چلا اُٹھیں گے کہ دارے) کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ (تو اس کو آکر جھاڑے) اور اس (مرنے والے) کو یقین ہو جائے گا کہ (اب) یہ (دنیا سے) مفارقت (کا وقت) ہے اس ہیبت ناک منظر سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ موت کس قدر الم انگیز اور ہولناک حادثہ ہے جس سے مرنے والا ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ یہ منظر دیکھنے والا چلا اٹھتا ہے۔ کسی بزرگ یا عزیز کی موت سے ان کو عرس (شادی) کا دن منانے والے عقیدت مندو! اگر مرنے والے سے تمہیں کچھ بھی ہمدردی ہے اور اس کے دکھ کو محسوس کرتے ہو تو ایمان سے کہو۔ کہ کیا اس کیفیت کو عرس "شادی" کا نام دیا جاسکتا ہے؟

موت احادیث کی روشنی میں

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو شخص مرتا ہے اس کے لیے قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

اب مناظرِ قیامت کا تصور سامنے لاؤ اور اندازہ کرو کہ ہر مرنے والا قیامت جس کے سامنے ہوگی موت کے وقت کس حالت میں ہوتا ہے قیامت کے مناظر کی تفصیلات سے سارا قرآن بالخصوص تیرہ سالہ مکی زندگی میں نازل ہونے والا قرآنِ کریم کا زیادہ تر حصہ اسی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یا ایہا الناس اتقوا ربکم ج ان زلزلة الساعة شئ عظیم ہ یوم ترونہا تذ ھل کل مرضعة عما ارضعت و تضع کل ذات حمل حملہا و تری الناس سکٰرٰی و ماھم بسکٰرٰی ولکن عذاب اللہ شدید (الحج - آیت ۱ - ۲)

ترجمہ: لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو! حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے۔ بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

سورۃ واقعہ میں فرمایا۔

اذا وقعت الواقعة ہ لیس لوقعتہا کاذبة۔ جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔

۵ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا۔

"پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول فرمایا اور فردوسِ بریں میں نزول فرمایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خبر وفات سے صحابہ رضی اللہ عنہ اس قدر سراسیمہ، حیران اور دیوانہ و سرگرداں تھے کہ ہر کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یقین ہی نہ آیا تھا کہ اللہ کے رسول نے ارتحال فرمایا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو بوسہ دیا، آنسو بہائے پھر زبان سے کہا۔ "میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ قربان واللہ" اللہ تعالےٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ دو موتیں وارد نہ کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی"۔ پھر مسجد میں آئے وفات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا۔

" واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ تو رحلت فرما گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ تو بے شک اللہ تعالےٰ تو زندہ ہے اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی رسول ہو چکے اور اگر وہ مر گیا یا شہید ہو گیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ ہاں جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالےٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ تعالےٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے ہوئے۔ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے۔

" میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہو گیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا۔ اور یہ ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ و زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پہ بہا دیتے۔ پھر بھی یہ درد لاعلاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا۔ اور ہماری حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہوتی۔ اس مصیبت کا علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں۔ میرے والدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ نثار پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔"

کوئی شریف النفس انسان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثار و مقدس ہستیوں کے اس درد و الم کو شادی (عرس)، کا نام دے سکتا ہے؟ لیکن آپ کے نام نہاد فدائیوں نے یوم وفات کے سوموار کو فراموش کر دیا اور یوم ولادت کے سوموار کو عید کا دن قرار دے کر عید میلاد کے جشن منانے شروع کر دیئے۔

یاد رہے یہ جشن سب سے پہلے مسلمانوں میں ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں بغداد میں منایا ہے۔

© rasailojaraid.com

یہ دنیا کے بادشاہوں کا سیاسی جشن تو ہو سکتا ہے لیکن قرآن و سنت سے اس کی کوئی نسبت نہیں۔

خافضة رافعة ۝ اذا رجت الارض رجا ۝ وبست الجبال بسا ۝ فكانت هباء منبثا ۝ (الواقعہ ۳-۶)

وہ تہ و بالا کر دینے والی آفت ہوگی زمین اس وقت ایک بارگی ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔

پھر فرمایا۔

یوم یفر المرء من اخیه ۝ وامه وابیه ۝ وصاحبته وبنیه ۝ لكل امرئ منهم یومئذ شأن یغنیه ۝ (عبس ۳۴-۳۷)

اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنے ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

حدیث کی رو سے ہر مرنے والے کے سامنے قیامت کے مناظر آجاتے ہیں۔ اور ان مناظر کی منظر کشی قرآن کریم نے اس تفصیل سے کی ہے کہ ہولناکی، اضطراب و بے خودی اور دہشت انگیزی کا کوئی پہلو باقی نہیں رہ گیا۔ نمونتاً تین مقامات سے کچھ حقائق پیش کئے گئے ہیں۔ فرصت اور قسمت ہو تو قرآن کریم کا مطالعہ کرو۔ اندازہ ہو جائے گا۔ کہ موت واقعی کس قدر ہاذم اللذات (لذتوں کو تباہ کرنے والا) حادثہ ہے اور اس حادثہ سے دو چار ہونے والا ضعیف البنیان انسان اس وقت کس حالت میں ہوتا ہے۔ اگر اس کیفیت کا ایک فیصدی نہیں ہزارویں حصہ کا احساس بھی مرنے والے کے عزیزوں، غمخواروں، متوسلین اور عقیدت مندوں یا کم از کم دوستوں اور واقف آشناؤں کو ہو تو وہ اس کی موت کے آن، وقت اور تاریخ کو شادی (عرس) کا نام کیسے دے سکتے ہیں؟

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم علیہ السلام شیر خوارگی کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ بچے کے آخری سانس ہیں۔ موت کی ہچکیاں آرہی ہیں۔ اور معصوم جان والا مشفق رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی میں جانیں نثار کرنے والے صحابہ کی ایک جماعت یہ دردناک منظر دیکھ رہی ہے۔ حضور مجسم صبر و رضا خدا کے حکم کو ساری دنیا سے بڑھ کر برضا و تسلیم قبول کرنے والی واحد شخصیت کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ ہیں۔

انی بفراقك یا ابراهیم لمحزون۔ اے ابراہیم علیہ السلام تیری جدائی کے صدمے سے سخت مغموم ہوں۔

ایک صحابی عرض کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

القلب یحزن والعین تدمع ۔ دل غم کا احساس کرتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں (یہ فطرت کا عمل ہے ۔) البتہ میں جزع فزع سے آپ بھی منع کرتا ہوں ۔

غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خدا کی رضا پر صبر کرنے والا کون ہو سکتا ہے ؟ لیکن موت کا حادثہ حضورؐ کے دل کو بھی متاثر کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ آنسو بہہ نکلتے ہیں ۔ اور زبان حقیقت ترجمان جدائی کے غم کا اظہار کرتی ہے ۔

انصاف سے کہو ان لوگوں کو کس کھاتے میں شمار اور درج کیا جائے ۔ جو موت اور موت کے دن کو شادی (عرس) کا دن قرار دیتے ہیں ؟ اور اس جراُتِ بے باکانہ پر فخر کرتے ہیں ؟

۳ ۔ ایک جنازہ کو سامنے سے آتا دیکھ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے ۔ ایک صحابی عرض کرتا ہے حضور ! یہ تو فلاں یہودی کا جنازہ ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تعظیماً کھڑا نہیں ہوا موت کے دہشتناک تصور کا اثر ہے ۔

جو تصوّر سرورِ انبیاء جیسی کوہ وقار شخصیت کے دل کو ہلا دیتا ہے ۔ اسے شادی "عرس" کا دن قرار دینے والے مدعیان اسلام کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے !

۴ ۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہے کہ باایں ہمہ کہ آپ اپنے آخری وقت میں اللھم بالرفیق الاعلیٰ ، رفیقِ اعلیٰ یعنی خدا سے ملنے کی آرزو فرما رہے ہیں ۔ چہرہ مبارک کبھی زرد پڑ جاتا ہے اور کبھی سُرخ پانی کا باسن پاس پڑا ہے ۔ اس میں ہاتھ ڈبو ڈبو چہرہ انور کو تر فرمائے جاتے ہیں ۔ اور زبانِ پاک پر یہ الفاظ ہیں ۔ ان للموت سکرات (موت کے لیے بیہوشیاں ہیں ۔

۶ ۔ زندگی میں ایسے بے شمار واقعات دیکھے ہیں اور دیکھنے پڑے ہیں جن میں اپنے عزیزوں ، بزرگوں اور دوستوں کو انتہائی بے بسی کے عالم میں بصد ناگواری اپنے سامنے ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہوتے اور داغِ جدائی دیتے دیکھا ہے ۔

مجھے ۱۹ اپریل ۴۷ء کا وہ دن ، تاریخ اور وقت نہیں بھولتا اور وہ منظر آج اسی طرح نظروں کے سامنے ہے میرا چھوٹا بھائی عبدالواحد عین عالم شباب میں طاعون کے موذی مرض میں مبتلا ہوا ۔ آخری وقت آگیا اس کا سر گودی میں لے رکھا تھا گھر کے افراد اور دوست احباب مایوس نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ۔ مرنے والے نے بھی زندگی سے مایوس ہو کر میری طرف دیکھا اور آخری امید کے سہارے پر زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "بھائی جی مجھے پکڑ لو" ! میں اس کے جواب میں کیا کہہ سکتا تھا ۔ بے بسی میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں جواب دیا "عزیز میں نے پکڑ تو رکھا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن بے بس ہوں" اس کے بعد عزیز مرحوم نے اصل امید گاہ کی طرف توجہ دی کلمۂ شہادت پڑھا اور جاں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

کون تنگ دل ایسے دل دوز واقعات کو شادی (عرس) کی تقریب کا نام دے سکتا ہے؟

موت کی عام دہشت:۔ موت کی عام دہشت کا احساس ہر متنفس کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی طرح انسان جو خلاصۂ کائنات ہے۔ ذی عقل ہے اس کے ظاہری اور باطنی حواس اس احساس سے کس طرح غیر متاثر رہ سکتے ہیں۔ اگر زندگی ہر جاندار کو عزیز ہے تو اس سے بڑھ کر موت کی کراہت اور ناگواری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے! یہی ایک وجدانی شہادت اس حقیقت اور نفس الامری حقیقت پر شاید کافی ہے۔

دوسرا رُخ:۔ ان بدیہی حقائق کے باوجود جو قرآن، حدیث، تاریخی واقعات، آثار صحابہؓ اور خود انسان کے فطری اور وجدانی شواہد سے ثابت ہیں۔ ہمارے موجودہ معاشرے میں "عرس" ایک ایسی متداول، مشہور، مروج اور عام مشہود تقریب پائی جاتی ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی آبادی اور کوئی قبرستان بلکہ کوئی نگاہ میں آ جانے والی پختہ تعمیر شدہ قبر ایسی نہ ہوگی جس پر عرس کی تقریب انجام نہ پائی ہو یہاں تک کہ اگر یہ کہا جائے کہ کسی قبر کو پختہ تعمیر ہی اس غرض سے کیا جاتا ہے۔ اسے سالانہ عرس کا اڈہ بنایا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

ان تصریحات کی موجودگی میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں جو دعا بارگاہِ ایزدی میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے الفاظ ایسے واضح ہیں جن الفاظ کے کوئی دوسرے معنے لینا ممکن ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اللھم لا تجعل قبری عیداً ۔ اے اللہ! میری قبر کو سال بسال میلہ (عرس) منانے کا مقام نہ بنانا۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ رسم کہاں سے آئی! اور موت کے حادثے کو شادی (عرس) کا نام بالکل متضاد معنوں میں کیوں دے دیا گیا ہے؟ اور مسلمان معاشرے میں اس کثرت سے یہ رواج کیوں چل نکلا ہے؟ اس رواج کے محرکات، موجبات اور اسباب کیا ہیں۔ جن اسباب نے مسلمان کو ہر حقیقت فراموش کرا دی ہے؟

حقیقت حال جس طرح کسی بوتل یا گلاس کو بالکل الٹ دینے اور اس میں موجود شے کو پورا پورا گرا دینے کے باوجود اس شے کی لاگ لپیٹ کے اثرات اور بوتل اور گلاس میں موجود رہتے ہیں بالکل اسی طرح ہندوستان میں اسلام قبول کرنے والے ہندوؤں نے قبول اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے وقت پہلے مذہب کو ترک کرنے کا کھلا اقرار تو کیا لیکن سابق رسوم و عادات اور الف د عادات کو جو زندگی میں شامل تھے اور روزمرہ کے معمولات بنے ہوئے تھے ان کے ترک کرنے اور ماحول سے یکسر عبور ہو کر اسلامی ضابطہ حیات کے تحت بالکل ایک نئی زندگی اختیار کرنے کے لیے ان نومسلموں کو پورا موقع نہیں ملا۔

اسلام کسی قوم کسی خاندان، کسی خاص نسل یا کسی خاص ملک کے باشندوں کا نام نہیں بلکہ جس جس قوم جس جس خاندان، جس جس نسل اور جس جس ملک کے باشندوں میں سے جس جس فرد نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام کے عام اصول کا کاربند ہو گیا، وہ مسلمان سمجھا گیا۔ چنانچہ مسلمانوں میں بعض مسائل کے اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہودیوں سے جو مسلمان ہو وہ یہودیت کے معتقدات کا کچھ نہ کچھ اثر اپنے ساتھ لایا۔ تورات میں خدا کے تجسم کے تصورات نمایاں تھے۔ اسلام میں اہل ظواہر کا مسلک اسی اثر کا نتیجہ ہے۔ اس طرح مسیحیت کی ساری بنیاد روح اللہ پہ ایمان لاتا تھا۔ اس لیے ان میں اکثر مسائل کا تصور محض روحانیت پہ مبنی تھا۔ اسلام میں آکر بھی یہ اثر غالب رہا اور بعض حقائق کے وجود کو صرف روحانی حیثیت ہی سے تسلیم کیا اور کیے رکھا۔ حالانکہ اس وقت ان کی تربیت اور تہذیب کا کافی اہتمام تھا۔ پھر بھی سابق زندگی کے اثرات کسی نہ کسی رنگ میں کم و بیش دکھائی دیتے اور دکھائی دے رہے ہیں۔

لیکن ہندوستان کا معاملہ اس سلسلہ میں اور بھی نازک تھا۔ یہاں ہزار سال سے زیادہ عرصہ مسلمانوں کی حکومت قائم رہنے کے باوجود کوئی مستقل علمی ادارہ، کوئی یونیورسٹی اور کوئی تربیت گاہ ایسی کسی حکمران نے قائم نہیں کی جہاں نومسلموں کو تہذیب و تمدن، معاشی اور معاشرتی حیثیت سے بھی پورا پورا مسلمان بننے کا موقع ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس اکبر کو اگر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے تحت اپنے باپ ہمایوں کی ناکامیوں کا مداوا اسی صورت میں سمجھا کہ ہندو راجپوتوں کی دلجوئی اور استمالت کی جائے۔ اور انہیں اپنا ہمنوا بنا کر اپنی حکومت کو مضبوط اور اپنے اجنبی اقتدار کو ہندو کی نگاہوں میں مقبول بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس نے ذبیحہ گاؤ کو حکماً بند کرایا۔ ہندوانہ رسوم و عادات کی مخالفت تو رہی ایک طرف الٹا خود ان کو پورے اہتمام سے ادا کرنے کی کوشش کی، بھدر کرایا، اکھٹر بندھائی، دیوالی کی دیپ مالا کا اہتمام کیا۔ دسہرہ ہولی غرض ہر تہوار منایا یہاں تک کہ خود بھی ہندو راجپوت عورت سے شادی کی اور ہندو کو اس قدر قریب کر لیا کہ اپنے بیٹے جہانگیر کے لیے بھی ہندوؤں سے رشتہ لیا۔ شادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے وقت اس کی ڈولی کے بانس کو خود کندھا دیا۔ اور اسی پر بس نہیں ان ہندو رانیوں کے لیے شاہی محلات میں مندر تعمیر کرائے جن میں وہ اپنے طریقہ پر اپنے بتوں کی پرستش کرتی تھیں۔

اس میں شک نہیں ابوالفتح شیراز . . . جیسے علمائے حق بھی موجود تھے۔ لیکن ملا مبارک کے دو بیٹے ابوالفضل اور فیضی بلا کے ذہین علماء بھی اکبر کو مل گئے۔ جنہوں نے صلح کل کی روح کا حامل دینِ الٰہی اکبر کے نام پر رائج کرایا۔ اور اکبر کو اکبر ہی نہیں "اللہ اکبر" بنا دیا۔

ظاہر ہے ایسے حالات میں ہندوؤں کے رسوم و رواجات، ہندو تہذیب اور ہندو طرزِ معاشرت اسلامی تہذیب میں تبدیل ہونے کے بجائے مسلمان حکومت کے زیرِ سایہ اور مضبوط ہوگئی اور ہوتی گئی۔

ہندو تہذیب و معاشرت اب ہندو تہذیب اور طرزِ معاشرت کے بنیادی اصول پر غور فرمائیے!

ہندوؤں کے مقنن اعلیٰ منو نے اپنے سمرتی کے چوتھے ادھائے (باب) کے شروع میں گرہست آشرم (معاشرتی قواعد) بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ پیدائش سے لے کر تیس سال تک انسان ودیا آشرم میں علم پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہے اور پھر تیس سال سے لے کر ساٹھ سال تک گرہست آشرم کا زمانہ ہے۔ اس میں صحیح علم کے مطابق معاشرتی زندگی بسر کرے بیوی بچوں کی پرورش اور نگہداشت معاش کے ذرائع کھیتی، بیوپار، کسب ہنر، تجارت وغیرہ کے امور کو انجام دے۔ اور پھر ساٹھ سال سے لے باقی زندگی کا تمام حصہ برہم چریہ طریق پر گزارے۔ یعنی تارک الدنیا ہو کر جنگل میں چلا جائے جوگ لے لے اور جائیداد، اندوختہ افروختہ سب اولاد کے حوالہ کر دے کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہے۔

چنانچہ اس زندگی میں اس کی حالت یہ ہوگی کہ کپڑے اتار دے گا اور صرف ایک لنگوٹ کس لے گا لٹیں رکھ لے گا۔ اور بدن پر راکھ مل لے گا۔ اور در بدر مانگ کر کھائے گا۔

ظاہر ہے کہ ایسی زندگی اجتماعی حیثیت سے سارے معاشرے پر ایک بے جا بوجھ بننے اور انسانی اخلاق کا مجرم بن جانے کے علاوہ اپنی اولاد، خویش اقربا اور دوست احباب کے لیے کس قدر باعثِ ننگ اور موجب طعن ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی ساٹھ سالہ ہندو ویدوں کی اس مذہبی ہدایت کو نظر انداز کر کے اپنی یہ زندگی گھر میں رہ کر گزارنا چاہتا ہے تو مذہب کی نگاہ میں بے وقار ہو جانے کے ساتھ ہندو رواج کے مطابق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں عورتیں اپنے خسر سے پردہ کرتی ہیں ایسا وجود گھر کے لوگوں کے لیے ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ کچھ بڑھاپے کی وجہ سے بے کار وجود ہوتا ہے۔ اور کچھ پردے کے تکلف کی بنا پر اس کا گھر میں آنا جانا اور بڑھاپے کی کمزوری سے بقول پیری و ہزار عیب، کئی قسم کی بیماریاں لے کر گھر والوں کے لیے ایک مستقل عذاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایک بوڑھے کا یہ بے کار وجود ایسا قابلِ نفرت ہو جاتا ہے جیسے نہ چھوڑے بنتی ہے نہ اہلِ خانہ کے لیے قابلِ برداشت ہو سکتا ہے یہ سانپ کے منہ میں چھچھوندر بن کر رہ جاتا ہے۔ دیہی زندگی کے کسی واقف اور تجربہ کار نے گھر کی ان عورتوں کی زبانی جو اس بوڑھے سے پردہ کرنے کے لیے بھی رسماً مجبور ہیں ترجمانی کرتے ہوئے کیسے جامع الفاظ کہے ہیں۔ جن میں نفرت اور حقارت کی یہ حقیقت پھوٹ پھوٹ کر لگاہوں کے سامنے آتی ہے۔ کہا ہے۔

" باپو گل ٹلّ بنّھ دیو وہڑے وڑدا کھڑاک نہیں کردا۔"

" اس بوڑھے کے گلے میں کوئی "ٹل" (بڑا گھنٹہ) ہی باندھ دینا چاہیے، کیونکہ یہ گھر کی چار دیواری (آنگن) میں داخل ہوتے وقت کوئی ایسی آواز نہیں دیتا جس سے کم از کم اس کے اندر آنے کی اطلاع ہی ہو جائے۔"

یہی وجہ ہے کہ اس حیثیت کا کوئی سن رسیدہ بوڑھا ہندوؤں میں مرتا ہے تو یہ لوگ خوشی مناتے ہیں، اس کی ارتھی پر سے پیسے، چھوہارے، پتاشے اور مٹھائیاں نچھاور کرتے ہیں۔ اس کی موت کے صرف اسی ایک دن کو ہی شادی کا دن نہیں مناتے بلکہ اس تاریخ کو سال بسال برسی کے نام خوشی اور شادی کا دن مناتے رہتے ہیں جس میں راگ رنگ کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں۔ عورتوں مردوں کے مشترک اجتماع ہوتے ہیں۔ کھانے تقسیم ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور اس تقریب کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے مناتے اور پر رونق بنانے میں فخر محسوس کیا جاتا ہے اور بڑوں کی عزت کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ موت کے دن کو بالخصوص بوڑھوں اور معمر آدمیوں کی موت کے دن کو شادی کا دن منانے کی اصل وجوہات یہ ہیں۔ یہ ہندوؤں کی رسم ہے مسلمانوں کی نہیں۔ البتہ مسلمانوں یا نومسلموں نے جہاں اور بے شمار رسوم و عادات اور زندگی طور طریقے ہندوؤں سے لیے ہی نہیں بلکہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقے چھوڑے ہی نہیں بلکہ یہ رسم بھی مسلمانوں میں آگئی۔ البتہ کہیں کہیں کچھ نام تبدیل کرنے کا تکلف ضرور کیا ہے۔ مثلاً اسی تقریب کو برسی کے بجائے عُرس اور عُرس مبارک، عرس شریف وغیرہ کے نام دے دیئے۔ اور تمام بوڑھوں کی جگہ بزرگانِ دین کو رکھ لیا، ورنہ موت کیا اور شادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا؟ یہ نومسلم اسلام قبول کرکے بھی اسلامی تہذیب و تمدن اور معیشت و معاشرت کے اصولوں سے غافل اور بدستور بے خبر رہے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ہیں خواب میں ابھی وہ جو جاگے ہیں خواب میں

ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بنتا رہتا ہے اور انسان اس پر اصرار اور فخر کرکے گناہ کی برائی کو الٹا خوبی ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اسی طرح ایک کا خوب خوب، اور خوب نا خوب بن جاتا ہے۔

موت، شادی ہندوؤں میں بیوہ کی شادی بدترین جرم اور سوسائٹی میں باعثِ صد ننگ فعل سمجھا جاتا ہے۔ بیوہ خواہ جوان عورت ہی کیوں نہ ہو وہ دوسری شادی نہیں کرسکتی اور وہ مجبور ہے کہ سسرال ہی میں رہے اور ساری عمر متوفی خاوند کے بڑے بھائی "جیٹھ" یا چھوٹے بھائی دیور کی غلامی میں بسر کرے۔ کسی شبھ (مبارک) کام میں شامل نہ ہونا زیب و زینت سے پرہیز کرے وغیرہ وغیرہ یہی وجہ ہے کہ کئی ہندو عورتیں اس ذلیل حالت میں ساری زندگی بسر کرنے کے مقابلہ میں موت کو ترجیح دیتی رہی ہیں۔ اور مردہ پتی (خاوند) کے ساتھ ہی چتا میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرکے جل مرتی رہی ہیں جسے ہندوؤں میں "ستی" کی رسم کہتے ہیں اور اس انتہائی ظلم کا ذکر فخر سے کرکے ناخوب کو خوب بنانے کی سعی نامسعود کرتے رہے ہیں۔ اسے انگریزی دور حکومت میں قانونی جرم قرار دیا گیا اور رفتہ رفتہ یہ بدرسمی ختم ہوگئی۔ فطری جذبات پر نادرجب پابندی لگانا بدترین جرم تھا۔ اسے اختیار کر لینے کے بعد اس پر اصرار کیا اور اس کے برے نتائج پر فخر کرکے جرم کو عزت کا نشان بنانے کی کوشش کی۔

جو قومیں خدا کے قانون فطرت سے محروم اور بے نصیب ہوکر خودساختہ اصول زندگی پر عمل کرتی ہیں وہ صریح ظلم پر فخر بھی کرسکتی ہیں اور موت کو شادی کا نام دینے پر بھی مجبور ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ایک گناہ دوسرے گناہ ہی کو جنم دیتا ہے۔

جہاں ستی کی رسم میں فطری جذبات پر ناواجب پابندی نے صریح ظلم کو فخر و مباہات کا نشان بنا دیا وہاں کسی ننگ خاندان بوڑھے کی موت کو خوشی اور شادی کا دن قرار دے لینا کیا بعید تھا۔

یہ ہے اصل حقیقت موت کے ان کو شادی یا بالفاظِ دیگر عرس کا دن منانے کی۔

۲۔ ان عرسوں اور میلوں کی تاریخیں اکثر ہندی سن و سال کے بکرمی سمت کے مطابق چل رہی ہیں جو مسلمانوں کے ہجری سن و سال اور قمری حساب سے بالکل مختلف ہیں۔ ہندی شمسی تقویم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطابق منائی جانے والی یہ تقریبیں رمضان کے احترام، ایام اللہ یعنی ایام تشریق اور حج کے مناسک، عیدین اور یوم عاشورہ کے آداب و وظائف کو پامال کرتی چلی جاتی ہیں۔ آخر انہیں اسلامی تقریبات کا نام کس طرح دیا جا سکتا ہے؟ اور اسلامی تمدن و معاشرت کا آئینہ دار کیونکر اور کس عقل و شعور کے تحت سمجھا جا سکتا ہے؟

۴۔ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد کہ عرس کی رسم خالص ہندوانہ رسم ہے جو برسی کا نام عرس بدل کر مسلمانوں میں رائج ہو چکی ہے۔ اور اس کے تحت موت اور بالخصوص بوڑھوں کی موت اور اس سے آگے بڑھ کر بزرگوں کی موت کے دن کو شادی (عرس) کا دن قرار دے لیا گیا ہے اس کے مقابلہ میں بوڑھے ماں باپ کی عزت و احترام کی تاکید جو قرآن کریم نے مسلمانوں کو کی ہے اس پر غور کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک مسلمان کے لیے کوئی گنجائش ہے کہ وہ اپنے ان بزرگوں کی خدمت سے تنگ آ جائے یا ان کی ایسی حالت ہو سکتی ہے کہ ان کی زندگی کے مقابلہ میں ان کے متعلقین ہی ان کی موت کو ان کی زندگی پر ترجیح دینے پر مجبور ہوں اور ان کی موت کے دن کو شادی کا دن بنا لیں۔

وی۔پی۔ آرہا ہے

ترجمان الحدیث کے جن معاونین کرام کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے انہیں اطلاع دینے کے بعد پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جا رہا ہے۔ جس کا وصول کرنا ان کا جماعتی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

© rasailojaraid.com